THE BOUNTIFUL CHRIST

فیوض المسیح

یعنی وہ بصیرت افروز مقالہ

جو

پادری ای۔ ڈی۔ ایم۔ شفیع صاحب

مبلغ "اخوتِ اندریاسیہ" لاہور

نے

انجمن کے سالانہ جلسہ سیرت المسیح منعقدہ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال لاہور

میں

بروز اتوار ۱۵ دسمبر ۱۹۴۰ء پڑھا

۱۹۴۱ء

بار اوّل

قیمت ۱ر

فیوض المسیح

(از پادری ای۔ ڈی۔ ایم شفیع صاحب۔ لاہور)

تاریخ عالم میں اس سے زیادہ تعجب انگیز اور حیرت افزا کوئی امر نہیں کہ خُداوند مسیح کی آمد نے تاریخ عالم کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا اور آپ کی پاک تعلیم نے دُنیا کے اندر معرکۃ الآرا انقلابات پیدا کر دیئے۔ آج آدھے سے زیادہ کرّۂ ارض کے باشندے اپنا سن یسُوع مسیح کی پیدائش کے روز سعید سے شمار کرتے ہیں۔ آپ کی صلیبی موت تاریخ عالم کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ آپ کی صلیبی موت مسیحیت کا مرکز ہے۔ کیونکہ اس کا بانی وہ مصلوب الٰہی شخص ہے جو مر کر پھر جی اُٹھا۔ مسیحیت کی سب سے صریح علامت صلیب کا نشان ہے۔ مسیح کی موت نے صلیب کو یہ عالمگیر اور پُر اثر اہمیّت عطا کی کہ لعنت کا نشان برکت کے نشان سے بدل گیا۔ بے وقوفی نجات پانے والوں کے لئے سب سے بڑی قدرت ثابت ہوئی۔ آج دُنیا کی چودہ ارب نواسی کروڑ دس لاکھ آبادی میں سے اٹھاون کروڑ اسّی لاکھ لوگوں کے درد و کرب سے الٰہی احساس کا یہ اظہار ہے۔ ان کے آلام و مصائب کے ساتھ سب سے گہری الٰہی محبّت اور ہمدردی کا یہ پتہ دیتی ہے۔ خُداوند کی صلیبی موت اور تمام دُکھ۔ درد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مخلوق کے دُکھ کا سچا اور حقیقی احساس خالق کی ذات میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ خُدا نے اپنی ازلی محبّت کو صلیب پر گنہگاروں کے بدلے قربان ہونے دیا۔ خُداوند یسُوع

کی موت خطِ استوا کی طرح زمانۂ قدیم اور زمانۂ حال کو جُدا جُدا کرتی ہے۔ اسی طرح سے آپ کی شاندار اور فقید المثال قیامت و رفعِ آسمانی تاریخِ عالم کے دو اُور بے نظیر واقعات ہیں۔ خُداوند مسیح کی موت دُنیا کے گنہگاروں کا فدیۂ عظیم ہے۔ اور آپ کی قیامت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نہ صرف قیامت اور زندگی کے مالک ہیں بلکہ آپ کا زندہ ہونا آپ کی الٰہی رسالت کے کام کی سند ہے جسے آپ پُورا کرنے کے لئے آسمان سے تشریف لائے تھے۔ اور اپنے دعاوی کے برہان میں اپنی قیامت پیش کی اور یوں آپ فی الحقیقت اپنے تمام ایمانداروں کے زندہ ہادی ان کے مُردہ جسم میں نئی رُوح پھونکنے والے! ان کے محافظ اور منجی ہیں۔ دُنیا کے بہترین مفکرین آپ کی عدیم النظیر شخصیت کو اعلےٰ درجے کی عزت و توقیر کے لائق سمجھتے ہیں۔ دُنیا کے تمام مسیحی آپ کو نہ صرف بےحد تعظیم و تکریم کے سزاوار بلکہ اعلےٰ روحانی پرستش کے لائق بھی سمجھتے ہیں۔ دُنیا میں بےشمار عظیم الشان عمارات آپ کے پیروؤں کی دلی عقیدت کو ظاہر کرتی ہیں۔ آج دُنیا میں شاید ہی کوئی جگہ ہوگی جہاں آپ کی حمد و ستائش کے لئے حیثیت کے مطابق ایک عُمدہ گرجا دکھائی نہیں دیتا ہر روز لاکھوں آدمی دُعا کے لئے آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں اور اس کے کلام کو اپنی رُوحوں کی بہتری اور ہدایت کے لئے خُدا کا کلام سمجھ کر قبول کرتے ہیں۔

خُداوند مسیح ہمیشہ صاحبِ اختیار کی طرح تعلیم دیتے تھے۔ آپ جو کچھ لوگوں کو سکھاتے تھے۔ اس کے متعلق آپ کو کامل یقین تھا کہ وہ ہر ملک اور زمانہ کے لوگوں کے لئے نصب العین ثابت ہوگا۔ خُداوند مسیح کی تعلیم میں ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے دُنیا میں آ کر مذہب کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی آپ نے اپنی تعلیم میں کبھی لفظ مذہب کا استعمال کیا۔ اس

کا سبب یہ تھا کہ آپ کے زمانہ میں مذہب کا مفہوم بگڑ چکا تھا اور جو تصور اس لفظ مذہب کے سننے سے آپ کے سامعین کے ذہنوں میں پیدا ہوتا تھا۔ وہ ان باتوں سے جن کی تلقین کے لئے آپ تشریف لائے تھے کوسوں ہی نہیں بلکہ منزلوں دور تھا لہذا آپ نے اس کا استعمال قطعاً ترک کر دیا آپ نے انسان پر ان الٰہی سچائیوں کو آشکارا کیا جن کی اس کو از حد ضرورت تھی۔ آپ نے زندگی اور کثرت کی زندگی یا بہ الفاظ دیگر خدا کی بادشاہی کی تعلیم دی حضور نے محض عقیدہ اور علم الٰہیات کے اصول اور فلسفیانہ نظریہ پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ چیزیں آپ کی مسیحیت کے محض چھلکے اور پوست سے تعلق رکھتی تھیں ان میں بذاتہ زندگی نہیں۔ آپ نے ہمیشہ عمل اور حرکت چونکہ زندگی کا دراصل دوسرا نام ہے پر زور دیا اس عمل اور حرکت کے باہر سکوت و جمود بلکہ موت ہے خدا وندگی پیش کردہ مسیحیت زندگی کے ہر شعبہ میں دستور العمل ثابت ہوئی ہے اور بنی نوع انسان کی جملہ روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی معاشرتی سیاسی اور اقتصادی مشکلات کا واحد علاج ہے۔ بادی النظر میں تو محض یہ دعوے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس دعوے کا ثبوت واقعات سے بھی دیا جا سکتا ہے آپ نے اپنی عملی اور تعمیری زندگی سے یہ ظاہر کیا کہ آپ کی پیش کردہ مسیحیت کے اساسی اصول محض فلسفیانہ نہیں اور نہ صرف ذہن کا آپ کی تعلیم سے متاثر ہونے سے کوئی حقیقی معنوں میں مسیحی بن سکتا ہے۔ اخلاق اور پاکیزگی کا جو بلند ترین معیار آپ نے پیش کیا ہے اس کو محض عقیدے کے طور پر مان کر بھی کوئی حقیقی معنوں میں مسیحی ہونے کا مستحق نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نے مسیحیت کی بنیاد ایک ٹھوس حقیقت پر رکھی ہے اور جب تک زندگی کے اندر اس اساسی حقیقت کا عملی دخل نہ ہو کوئی شخص صحیح معنوں میں

مسیحی نہیں بن سکتا یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ از روئے مسیحیت انسان کو محض ایک کامل استاد اور زندگی کے سچے نمونے ہی کی ضرورت نہیں بلکہ اُسے ایک زندہ نجات دہندہ کی ضرورت ہے جو اس کے سامنے صرف اچھی زندگی کا نصب العین ہی پیش نہ کرے بلکہ اس کی زندگی کو سراپا تبدیل کرنے کے لئے ایسے اصول بھی پیش کرے جو مذہبی دُنیا میں امتیازی حیثیت رکھتے ہوں اور جن پر گامزن ہو کر انسان زندگی اور رفاقتِ الٰہی کو حاصل کر سکے لہٰذا خداوند نے مسیحیت کا آغاز اپنی زندہ اور تاریخی شخصیت سے کیا۔ اس لئے مسیحیت کا پیغام ہر ملک اور زمانہ کے لوگوں کے لئے زندگی اور کثرت کی زندگی ہے۔ میں اس تھوڑے وقت میں حضور کی تعلیم کی چند امتیازی خصوصیات کا ذکر کرونگا۔

اول۔ حضور کے زمانہ میں دُنیائے مذہب نے خُدا کا جو تصور اور نظریہ پیش کر رکھا تھا۔ وہ فلسفیانہ بحث کا موضوع تو ضرور تھا لیکن انسان کی روزمرہ کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے حضور نے سب سے پہلے اس خیال کی اصلاح فرمائی اور بتایا کہ مسیحیت محض خُدا کا علم نہیں بلکہ اس علم کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ کرنے کا نام ہے۔ خُداوند مسیح نے جو تصورِ خُدا بنی نوعِ انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ ہر زمانہ۔ ملک اور قوم کے لوگ اسے قبول کر رہے ہیں۔ خُداوند یسُوع کی تعلیم کے مطابق خُدا کسی ایسی ہستی کا نام نہیں جو دُنیا والوں سے الگ ہو کر کسی ایسی جگہ بیٹھا ہو اور انسان کے آلام و مصائب کا تماشہ دیکھ رہا ہو اور جو ایسا بے نیاز ہو کہ دُنیا کے غم۔ مصیبت۔ بھوک۔ پیاس ماتم۔ افسوس اور گُناہ کو دیکھتے ہوئے بھی پروانہ کرتا ہو بلکہ خُداوند یسُوع کے وسیلہ سے خُدا سطحِ انسانی تک اُتر آتا ہے اور کُل دُنیا کو پیار کرنے والے آسمانی باپ کی حیثیت سے پہنچتا ہے۔ اس سے بہتر اور اعلےٰ تصورِ خُدا نا ممکن ہے۔

آپ کی تعلیم کے مطابق مسیحیت کا اصل الاصول یہ ہے کہ خُدا محبت ہے۔ اور وہ بنی نوع انسان سے ابدی محبت رکھتا ہے۔ انسانی قوتِ متخیلہ اس سے بہتر تصور پیش نہیں کر سکتی۔ اس الٰہی محبت کا نتیجہ انسانی اُخوّت مساوات اور محبت ہے اور یہی مسیحیت کا نصب العین ہے جو کہ رُوئے زمین کی تمام اقوام کی مذہبی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ سیاسی اور اقتصادی مشکلات کا حل ہے۔ اگر آج دُنیا آپ کے اس نرالے نصب العین کو قبول کر لے تو اس سے نہ صرف دُنیا کی قلبی اور ذہنی بیقراری اور اضطراب دُور ہو سکتا ہے بلکہ آج جو دورِ حاضرہ میں کشت و خون، قتل و غارت۔ کذب و افترا کا بازار گرم ہے وہ یک قلم موقوف ہو سکتا ہے اور دُنیا اپنے تمام شیطانی حربوں اور جدید آلات جنگ کو ایک طرف پھینک کر ایک دوسرے کے ساتھ صُلح اور آشتی سے زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اگر دُنیا آج مجموعی طور پر یہ تسلیم کر لے کہ خُدا ہمارا باپ ہے اور تمام بنی نوعِ انسان ایک دوسرے کے بہن بھائی ہیں تو ان میں ایک سچی اُخوّت اور محبت پیدا ہو جائیگی اور وہ ایک دوسرے کی امداد کرنے لگ جائینگے۔ اگر دُنیا کو ایک خاندانِ خُدا تصور کر لیا جائے تو انسانی نسلوں کے درمیان بُغض و کینہ، دُشمنی و عداوت کا خیال معدوم ہو سکتا ہے۔ اور آج جنگ کے سیاہ بادل جو ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ ایک دم کافور ہو سکتے ہیں۔ خُدا باپ کے اس نرالے تصور نے یہ بھی ظاہر کیا کہ انسان خُدا کی تلاش نہیں کرتا بلکہ لامحدود خُدا جامۂ انسانیت کو اختیار کر کے بھُولے بھٹکے اور کھوئے ضلالت میں ڈوبے ہوئے انسان کی تلاش کرتا ہے اور اس کو ایک ذبیحۂ عظیم کے ذریعے بچا کر اپنے فرزند بننے کا حق اور اختیار بخشتا ہے۔ باپ کی اس یکتا اور عالمگیر تعلیم نے دُنیا کے انسانوں کی کایا پلٹ دی۔ اونچ نیچ کی ناقابل عبور خلیج پاٹ دی اور

CS CamScanner

غلامی کی لعنت کے طوق کو ان قوموں کی گردنوں سے جنہوں نے آسمانی باپ کو دل سے قبول کیا ہے ہمیشہ کے لئے اُتار دیا چنانچہ اس کا کچھ کچھ اثر آج ہندوستان میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جب سے مسیحیت نے ہندوستان میں قدم رکھا ہے۔ اور اس زندگی کا بیج بونا شروع کیا ہے لوگوں کی کایا پلٹ گئی ہے۔ غلام آباد ہندوستان میں جہاں ہمیشہ چھوت چھات کا بازار گرم رہا ہے کی ذہنیت کو یکسر بدل ڈالا اور بھنگی چمار شودر کو برہمن۔ سید مُغل۔ پٹھان کے پہلو میں لا کر بٹھا دیا۔ گدا کو شاہ کا ہمدوش بنا دیا جنہوں نے حقیقی معنوں میں ربنا المسیح کو اپنا مُنجی قبول کیا ہے۔ ان کے صدیوں کے کالے گورے کے امتیاز کو مٹا دیا اور اب حقیقی اُخوت مساوات اور محبت کی وجہ سے کالے۔ گورے۔ امیر۔ قلاش آپس میں بہن بھائی ہیں۔ اب نسلی اور رنگی امتیازات مٹ گئے۔ مسیحی ہونے کے بعد نہ کوئی آقا رہا نہ غلام۔ نہ بڑا نہ چھوٹا۔ اور اگر کوئی سچ مچ بڑا بننا بھی چاہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے چھوٹا بنائے اور سب کی خدمت کرے۔ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شُد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

چنانچہ کلام مقدس میں اس بڑے اور چھوٹے کی حقیقت کو یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ:

"تم نے پُرانی انسانیت کو اس کے کاموں سمیت اُتار ڈالا اور نئی انسانیت کو پہن لیا جو معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خالق کی صورت پر نئی بنتی جاتی ہے۔ وہاں نہ یونانی رہا نہ یہودی نہ ختنہ نہ نامختونی نہ وحشی نہ سکوتی۔ نہ غلام نہ آزاد صرف مسیح سب کچھ اور سب میں ہے" کلسیوں ٣/١٠-٩

یہ دیکھ کر اور سُن کر قلب میں ایک ناقابل برداشت درد پیدا ہوتا ہے کہ یورپ کی بعض نام نہاد مسیحی اقوام آج کل بحیثیت قومی نہ صرف باطنی طور پر بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر مسیح کو اپنا رہنما اور نجات دہندہ قبول کرنے سے انکار کر رہی ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ وہ آج کُشت و خون۔ قتل و غارت کے شیطانی مشغلے میں پیش پیش ہیں اگر یہ تصور مسیحیت اور

اس کے بانی کا نہیں بلکہ ان کا اپنا ہے۔ کیونکہ وہ مسیح کو اپنی زندگیوں میں جگہ نہیں دے رہے۔ خداوند مسیح نے خدا کے تصوّر کو نہ صرف باپ اور محبّت کی حیثیت سے پیش کیا۔ بلکہ خدا کی دیگر صفات کو بھی نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا چنانچہ آپ نے تعلیم دی کہ خدا ایک ہے۔ اور فرمایا کہ "سُن لے اَے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہے" یہ تمام غیر خداؤں اور دیوی دیوتاؤں کی نفی ہے اور وہ ایک خدا تمام دیدنی اور نادیدنی عالم کا خالق ہے۔ چنانچہ پیدائش کی کتاب میں پہلا لفظ خدا کا آیا ہے۔ اور اسی خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور ہستی دُنیا کو پیدا کرنے والی نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ "خدا رُوح ہے"۔ خدا رُوح ہے مسیحیت کی ایک پُرمعنی اصطلاح ہے اور جب لفظ "رُوح" خدا کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ مادہ کے جُملہ عیوب سے پاک ہے اور اس کو وسعت کی ضرورت نہیں۔ وہ فاعل ذی ہوش اور صاحب علم و ارادہ ہے۔ اُس کی ذات لطیف ہے۔ "خدا رُوح ہے" کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف مادّی نہیں بلکہ محیط کُل ہے۔ مادّہ کا وجود بغیر اس کے قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ مادہ کو سنبھالتا اور اس میں سکونت کرتا ہے اور یُوں وہ مادّہ کی حیات ہے۔ وہ مادّہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ پھر بھی وہ مادّہ سے محدُود نہیں ہوتا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:-

"خدا نُور ہے اور اس میں ذرا بھی تاریکی نہیں"۔ ایوحنا ۱/۵

خُدا نور ہے۔ اس سے کوئی آگ کا شعلہ مُراد نہیں۔ بلکہ اس سے دو باتیں ملحوظ ہیں:-

اوّل۔ خدا کی سیرت اور کیریکٹر کا بیان نُور سے کیا گیا ہے اور سیرت کا خاصہ اس کی پاکیزگی ہے۔ موجودات عالم میں نُور سے زیادہ اور کوئی چیز لطیف اور پاک نہیں۔ خدا نور ہے۔ کیونکہ اس میں تاریکی مُطلق نہیں۔ اس میں بدی کا امکان

تک نہیں۔

دوم۔ نُور کا خاصہ ظاہر ہونا ہے۔ جہاں اس کا نُور ہوگا۔ وہاں اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ ذاتِ الٰہی کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اگر خُدا اس طریقہ کو استعمال نہ کرے تو ہم اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جان سکتے۔

خُداوند مسیح نے بتایا کہ یہ نُور ازلی ہے جب موجوداتِ عالم عدم محض تھے خُدا کا نُور موجود تھا۔ ابتدا میں خُدا نے اپنے آپ کو ظاہر فرمایا اور جس پر ظاہر فرمایا وہ اس کا مظہر تھا اور وہ مظہر خُدا کی عین ذات ہی میں تھا اور اس لئے اس وقت یہ ظہور باطن میں تھا۔ اسی مظہر کے ذریعہ خُدا کا ظہور باطن سے خارج میں ہوا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ خارجی اشیاء وجود میں آئیں۔ یعنی خلقت عدم سے ہست ہوئی۔ اسی مظہر نے خارجی موجودات کو پیدا کیا۔ چنانچہ یوحنا رسُول کی انجیل میں مرقوم ہے۔:-

"سب چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہُوا اس میں کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نُور تھی"۔

اور جب یہ اشرف المخلوقات ہستی گناہ کے باعث بارگاہِ ایزدی سے دُور افتادہ ہو گئی تو اسی مظہر نے انسانی قالب میں ظاہر ہو کر کہا:-

"دُنیا کا نُور مَیں ہُوں۔ جو کوئی میری پیروی کریگا اندھیرے میں نہ چلیگا بلکہ زندگی کا نور پائیگا"۔

غرضکہ ربّنا المسیح نے خُدا کی ذات وصفات کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جس کو ہر زمانہ ملک اور قوم کا ہر فردِ بشر قبول کر کے پُورا اطمینان اور کامل یقین حاصل کر سکتا ہے۔

دوم۔ دوسری امتیازی تعلیم جو آپ نے بنی نوعِ انسان کے سامنے پیش کی ہے وہ انسانی شخصیت کی قدر و منزلت ہے۔

مسیحیت سے قبل انسان کی قدر و منزلت اس کے ذاتی مرتبے۔ دولت علم و ہنر ذاتی جمال و کمال پر ہوا کرتی تھی۔ مثلاً بادشاہ کے وسیع اختیارات کے باعث اس کو ایک بڑی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وزرا اور رؤسا کو ان کے اختیارات کی وجہ سے عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ جو عزت اور مرتبے سے خالی ہوتے تھے جماعت سے نکال دیئے جاتے تھے۔ بلکہ اُن سے حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ یہ تو صدیوں کی بات رہی۔ زمانۂ ماضی کی وحشیانہ سختیوں کی کچھ کچھ مثالیں اس وقت بھی ہمارے ہندوستان میں موجود ہیں۔ آج اچھوت اور پس ماندہ اقوام کے ساتھ دیہاتوں میں جو ناروا سلوک کیا جا رہا ہے۔ وہ ارباب بینش سے پوشیدہ نہیں۔ اب تک بے چارے بیگار میں استعمال کئے جا رہے ہیں۔ ان کے حقوق کی حق تلفی کی جا رہی ہے اور اعلیٰ اقوام کے لوگ ان کو دور سے ہی دھتکار دیتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی مدد کرتا بھی ہے تو ذاتی مفاد کی بنا پر۔

مسیحیت نے جماعتی زندگی کی بنیاد ایک نئے اصول پر ڈالی۔ اس نے انسانی زندگی کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔ اس کے نزدیک انسانی شخصیت تمام دیگر اشیاء سے زیادہ قیمتی ہے۔ خداوند یسوع کے نزدیک ایک شخص کی زندگی تمام دنیا کی مقبوضات سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ انسان کی بہترین الٰہی بخشش اس کی شخصیت ہے اور خدا یہ انعام سب کو عطا کرتا ہے۔ اور جب تک کوئی شخص اپنی شخصی زندگی کا مالک ہے۔ وہ واجب العزت و تعظیم ہے۔ ہمارے نجات دہندہ نے کسی شخص کی قدر و منزلت کا اندازہ اس کے ذاتی مرتبے عزت و دولت، حسن و جمال۔ رنگ و نسل کی وجہ سے نہیں لگایا۔ بلکہ اس لئے کہ اس کے اندر شخصیت ہے۔ وہ شخصیت کوڑھی کی ہو یا چمار کی۔ بھنگی کی ہو

یا کسی ادنیٰ اور اعلیٰ قوم کے شخص کی یکساں عزّت و تعظیم کے لائق ہے۔ اگر دُنیا آپ کے اس اصُول کو قبُول کر لے تو امیر و غریب اور مختلف اقوام کے درمیان سے دُشمنی اور عداوت یک قلم معدوم ہو جائے۔ انسانی شخصیت کی صحیح قدر و منزلت نہ کرنے کے باعث آج دُنیا حزن و ملال۔ رنج و غم تکلیف و مشقت دُکھ و مصیبت۔ یاس و نومیدی میں مبتلا ہے۔ آج ہماری دُنیا ایک پُر آشوب صبر آزما اور جاں گسل زمانہ کی عمیق ترین گھاٹیوں کو عبُور کر رہی ہے۔ دُنیا کے کارخانجات میں ہلاکت آفرین اسلحہ تیار کئے جا رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ آج چاروں طرف بارُود کی تہیں چھائی جا رہی ہیں۔ خوفناک توپیں دہانے کھولے ہوئے صرف ایک اشارے کی منتظر ہیں۔ بموں کے گولے پھٹ پھٹ کر زہریلی گیسوں کے بگولے اُڑا اُڑا کر دنیا کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ چاروں طرف ایک عالمگیر افراتفری مچی ہوئی ہے مستقبل اپنی ہمہ گیر تاریکیوں کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے۔ یاس و نومیدی کے سیاہ بادل چھا رہے ہیں۔ شعاعِ امید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود نظر نہیں آتی۔ آج دورِ حاضرہ کا اہم ترین مسئلہ صُلح کا مسئلہ ہے یعنی اقوامِ عالم کے درمیان صلح صنعت و حرفت کے میدان میں صلح اور اس صلح کو عملی اور تعمیری جامہ پہنانے کے لئے تمام دُنیا کے بہترین مفکرین غور و فکر میں مستغرق ہیں تاکہ نوعِ انسانی کے منتشر افراد کو ایک حقیقی اُخوت میں وابستہ کر کے زمین پر سچی انسانی اُخوّت کو قائم کر دیں۔ صُلح اور امن کے حامی جب انتہائی کوششوں کے بعد جب کچھ صورتِ حال بہتر بنا لیتے ہیں تو طمع و حرص کے پتلے پھر لڑائی کے میدان میں کُود کر اپنے شیطانی حربوں اور جدید آلاتِ جنگ سے دوسروں کو ہلاک و تباہ کر کے ان کے مال کو غصب کر لینا ہی اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صلح کا کچا دھاگا پھر ٹوٹ جاتا ہے

اور ایک زبردست انسان دوسرے کمزور انسان پر دست اندازی و دراز کر کے اس کا کچومر نکال دیتا ہے۔ اس سب کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کلی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ یعنی انہوں نے اب تک یہ تسلیم نہیں کیا کہ خدا باپ ہے اور دُنیا ایک خاندان ہے اور ہر خاندان کے مختلف افراد مختلف عہدوں پر مامور ہوتے ہیں لیکن بھائی ہونے کے باعث ایک دوسرے سے نفرت نہیں کر سکتے۔

مسیحیت سے قبل رومی سلطنت کا دور دورہ تھا اور اس سلطنت کے عہد میں بچہ کی پیدائش کے وقت اس کی بدنی بناوٹ اور ساخت کو دیکھا جاتا تھا۔ اگر بچہ کمزور و نحیف ہوتا تو یہ سمجھ کر کہ وہ ان کی سوسائٹی اور جماعت کے لئے بار ثابت ہوگا پھینک دیتے تھے۔ از روئے مسیحیت جماعتی زندگی کی حیات کا سب سے پاکیزہ اظہار بچوں کی محبت ہے کیونکہ ان کی زندگی انسانی زندگی اور سوسائٹی کی ابتدا ہے۔ قوموں کی آیندہ اُمیدیں ان سے وابستہ ہیں اور اس لئے بانیٔ مسیحیت نے ان بچوں کی قدر کی اور ان کو اپنی گود میں لے کر ان کو پیار کیا۔ آج بھی خداوند مسیح کے ایماندار لوگ کمزور بچوں کی عیادت اور تیمارداری میں ہر جگہ مصروف ہیں۔

عورتیں صدیوں سے غلاموں کی طرح استعمال کی جا رہی تھیں۔ اور کوئی ان کا پُرسانِ حال نہ تھا۔ حضور پر نور نے صنفِ نازک کی شخصیت کا احترام کیا اور اس کو مرد کا سامساوی درجہ اور منصب عطا کیا۔ اور آج عورت زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کے دوش بدوش کھڑی ہو کر ہر بات میں برابر کی حصہ دار ہے۔

مَیں نے اُوپر ذکر کیا کہ ایک کوڑھی بھی اپنے گلے سڑے زخموں کے باوجود

ایک شخصیت کا مالک ہے۔ لہٰذا وہ قابلِ عزت ہے۔ مسیحیت سے قبل کوڑھیوں سے نہایت بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ یہودی، یُونانی، رُومی سب اُن سے نفرت رکھتے تھے۔ حضُور نے نہ صرف ان کوڑھیوں کے ساتھ ہمدردی کی بلکہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور رحم مجسّم بن کر ان کو کوڑھ کے نامراد مرض سے شفا عنایت کی اور ان کے دلوں کے اندر ایک حقیقی تبدیلی پیدا کی مسیحا کے ایمانداروں نے کوڑھیوں کے لئے شفا خانے کھولے۔ ان کے بدبُودار زخموں کو اپنے ہاتھوں سے دھو کر صاف کیا مرہم پٹی کی۔ حتیٰ کہ بعض تو ان کی تیمارداری کرتے کرتے خود بھی کوڑھ کے مرض سے جان بحق تسلیم ہوئے۔

پہاڑی وعظ میں خُداوند نے کسی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے تک کو قتل کے برابر بتایا ہے۔ محصُول لینے والے جو ہمارے ہندوستان کے اچھُوتوں کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ یہودی نہ صرف ان سے نفرت رکھتے تھے بلکہ ان کو اپنی جماعت سے خارج کر دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنی ذاتی کمزوریوں کے باعث شریعت پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ یہودی اپنے آپ کو راستباز اور ان غریب محصُول لینے والوں کو گنہگار سمجھتے تھے۔ مسیحیت نے اس حدِّ فاصل اور جُدائی کی دیوار کو گرا دیا اور ان کی شخصیت کو واجب العزت قرار دیا۔ یہودیوں کے نزدیک ظاہری راستبازی، پاکیزگی اور شریعت کی پیروی انسانی زندگی کا بلند ترین معیار تھا۔ لیکن مسیح کے نزدیک انسانی زندگی محض شخصیت کے باعث قابلِ عزت و تعظیم ہے۔ اور اس لئے آپ نے فرمایا کہ "میں راستبازوں کو نہیں بلکہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈھنے اور بچانے آیا ہُوں"۔ کھوئی ہوئی چیز ہمیشہ قیمتی ہوا کرتی ہے اور جو اس کو ڈھونڈھتا ہے وہ مالک ہے۔

ایک زناکار عورت کا ذکر ہے جس کو اپنی زندگی کا نہایت تلخ تجربہ پیش تھا

لوگ اس کا مضحکہ اُڑا رہے تھے۔ یہودی علماء کی بھیڑ اس کو گھور رہی تھی اس کا نام اُس کی عزت و عصمت خاک نامرادی میں دفن ہو چکی تھی۔ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دے رہی تھی۔ اس کے کمزور جسم پر لرزہ طاری تھا۔ اور وہ ایک پرانے مجرم کی طرح کانپ رہی تھی اور بےحد نادم و شرمندہ تھی۔ بھیڑ نے پتھر اُٹھائے ہوئے تھے اور اس انتظار میں تھی کہ بس اب یسوع اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیگا لیکن مسیح نے اس عورت کی سر تا پا گناہ آلودہ زندگی میں ایک قیمتی شخصیت کو دیکھا جو کہ اپنی نہایت ابتدائی صورت میں خدا کی شکل و صورت پر بنائی گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہمدردی کی۔

ہاں دوستو۔ انسانی زندگی حالت شرمندگی میں بھی قابل عزت ہے۔

تیسری خصوصیت جو حضور کی تعلیم میں پائی جاتی ہے وہ انسانی زندگی کی سراپا تبدیلی یا نجات ہے۔

ہر انسان بلا امتیاز قومی وملی اس حقیقت کا اظہار اور اقرار کر رہا ہے۔ کہ وہ بارگاہِ ایزدی سے نکالا ہوا ہے۔ گناہ کے باعث الٰہی رفاقت سے دُور افتادہ ہے۔ ہر انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں گناہ کے عالمگیر بوجھ کو محسوس کرتا ہے۔ گناہ کی قید سے آزادی کے لئے انسان ڈیڑھ بالشت کی لنگوٹی زیب تن کر کے شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں اور ویرانوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ آگ کے گھاؤں میں جل مرتا ہے۔ برفوں میں منجمد ہو جاتا ہے۔ گنگا کی متلاطم لہروں میں ڈوب مرتا ہے۔ چلہ کشی کرتا ہے۔ دُنیا کو تیاگتا ہے۔ بادیہ پیمائی کرتا ہے منتیں مانتا ہے۔ قربانیاں چڑھاتا ہے جیوانوں سے ملتا ہے۔ قدرت کی طاقتوں کے پاس جاتا ہے۔ بسا اوقات خودکشی کر لیتا ہے۔ مگر اس تمام تگ و دو کے باوجود مجبور انسان چلا اُٹھتا ہے۔

"ہائے میں کیسا کمبخت آدمی ہوں۔ کون مجھ کو اس گناہ کے بدن سے چھڑائیگا؟"
مسیحیت انسان کی اس معصیت آلود حالت کو دیکھ کر اس کی نجات کے لئے یہ طریقہ پیش کرتی ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجکر اس کو تمام دنیا کے گناہوں کے لئے صلیب پر قربان کیا اور اس کی قربانی کے ذریعے وہ پردہ جو خدا اور انسان کے درمیان حائل تھا پاک کیا اور انسان کے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کی جس کی وجہ سے پھر خالق اور مخلوق عبد و معبود میں ربط ضبط پیدا ہوگیا۔ ہاں مسیحیت انسانی زندگی کی کھوئی ہوئی کڑی کی تلاش کر کے اس کو بحال کرتی ہے چنانچہ بانی مسیحیت کا یہ دعوےٰ ہے کہ "میں کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہوں"۔ حضور کا نام یسوع ہے جس کا مطلب اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دینے والا ہے۔ چنانچہ خداوند مذہبی دنیا کی قطار میں کھڑے ہو کر دعوے کرتے ہیں کہ "میں زندگی ہوں اور اسی کی بنی نوع انسان کو ضرورت ہے"۔ یہ محض آپ کا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ بلکہ اس کا ثبوت آپ نے واقعات سے بھی دیا ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔ کہ "میں زندگی کی روٹی ہوں"۔ اور اس کے ثبوت میں پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لے کر پانچ ہزار سے زیادہ لوگوں کو سیر و آسودہ کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں دنیا کا نور ہوں۔ جو کوئی میری پیروی کریگا وہ اندھیرے میں نہیں چلیگا۔ بلکہ زندگی کا نور پائیگا"۔ اس کے ثبوت میں ایک مادرزاد اندھے کی آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "میں قیامت اور زندگی ہوں"۔ اور تین دن کے مردہ لعذر کو زندہ کر دیتے ہیں۔ آپ سب سے مایوس کن حالت کو سدھارتے ہیں انجیل مقدس میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خداوند نے ہزاروں لنگڑوں۔ گونگوں۔ اندھوں۔ ٹنڈوں اور لاعلاج

اور مایوس بیماروں کو اچھا کیا۔ اور ان کے دلوں کے اندر ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کی۔ خداوند نے جن لوگوں کو اپنے مشن کی نشرو اشاعت کے لئے اس دنیا میں سے چن لیا تھا۔ وہ کوئی فلسفی اور سائنسدان امیر اور مالدار نہ تھے دنیا ان میں سے کسی کو حقارت سے مچھوا اور کسی کو محصول لینے والا کہتی تھی۔ ان کمزور ماہی گیروں کے متعلق ذکر ہے کہ وہ خداوند کی صلیب کے وقت اپنی جان بخشی کے لئے اپنے آقا اور منجی کا انکار کر کے بھاگ گئے۔ لیکن جب ان کی زندگیاں تبدیل ہوئیں تو وہ اپنے خداوند کے مشن کی نشرو اشاعت کے لئے تیار ہو گئے۔ اور انہوں نے میدان تبلیغ میں کود کر دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور مخالفین بھی کہہ اٹھے کہ ان کمزور انسانوں میں اس قدر حوصلہ۔ دلیری اور جوش کہاں سے آ گیا۔ ان کمزور حواریوں نے اپنی خدمت کے دوران میں گوناگوں وحشیانہ سختیوں کو جھیلا۔ دشمنوں کے تیروں کی بارش۔ تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی سینہ فگاری ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ انہوں نے جدھر قدم رکھا۔ کامیابی اور نصرت نے ان کے پاؤں چومے۔ جس طرف رُخ کیا فتح و کامرانی نے ان کا خیر مقدم کیا۔ مسیح کی مسیحیت وہ قوت ہے جو مثل بارود کے اپنے ماحول کی تمام برائیوں کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ یہی وہ قوت تھی۔ جس نے ۱۸۵۶ء میں ڈیوڈ لونگسٹن کو افریقہ کے بیابان میں ازبس بے سروسامانی کی حالت میں بھیج دیا۔ اور اس نے دنیا کے لئے افریقہ کا دروازہ کھول دیا۔ افریقہ کے جنگلوں اور سمندری جزیروں میں مردم خور اور وحشی انسانوں کو مہذب بنا دیا۔ اسی قوت نے ولیم کیری کو ۱۷۹۳ء میں ہندوستان بھیجا اور اس نے باوجود سخت مخالفت اور منافرت کے ہندوستان کی ذہنی اور روحانی زندگی میں ایک انقلاب پیدا

کر دیا۔ ڈارون سے کون واقف نہیں جس نے مسئلہ ارتقا کی بنیاد ڈالی۔ جب یہ سلسلہ ارتقا کی کھوئی ہوئی کڑی کی تلاش میں جزیرہ ٹیگو نیا میں پہنچا۔ تو وہاں کے انسان نما وحشیوں کو دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ یہ انسان اور بندر کی درمیانی نسل ہے۔ انگلستان واپس آ کر دعوے کرتا ہے کہ ٹیگو نیا کی اس قوم کو مہذب بنانا ناممکن ہے۔ مسیحی مشنریوں نے اس کے اس چیلنج کو منظور کیا اور وہاں جا کر ان وحشی لوگوں کو خداوند یسوع کی نجات بخش قدرت کا پیغام دے کر ان کی زندگیوں میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی کہ ڈارون کی جین حیات ہی میں وہ دنیا کی مہذب اقوام میں گنے جانے لگے اور خود ڈارون مسیحی قوت کا قائل ہو کر اس جزیرہ کی تبلیغی انجمن کی مالی مدد کرنے پر مجبور ہو گیا۔ انگریز جو آج دنیا کی مہذب قوم مانی جاتی ہے۔ چند صدیاں قبل روم الکبریٰ میں بحیثیت غلاموں کے بیچے جاتے تھے اور رومی افسران کو بھدّے اور نکمّے غلام کہہ کر پکارتے تھے۔ لیکن جب سے انہوں نے خداوند مسیح کو قبول کیا ہے۔ وہ دنیا کی مہذب ترین قوم تسلیم کئے جاتے ہیں غرضیکہ مسیحیت زندگی کے اندر ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرتی ہے۔

جب خداوند پیدا ہوئے۔ اس وقت رومی سلطنت کا دور دورہ تھا۔ اور ان کی تمام سلطنت بتوں سے بھری پڑی تھی۔ خداوند نے جسمانی طاقت سے ان کے بتوں کو مسمار نہیں کیا بلکہ ان کی زندگیوں میں ایک حقیقی تبدیلی پیدا کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں ان بتوں کو مسمار کر دیا اور روم کی تمام طاغوتی طاقتیں خداوند کے ایمانداروں کے سامنے ہمیشہ کیلئے جھک گئیں۔ شریعت کے قانون کے مطابق آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ دشمنوں سے نفرت رکھی جاتی تھی۔ لڑائی میں دشمنوں کی لاشوں

کی پروا نہیں کی جاتی تھی۔ لیکن مسیح نے تعلیم دی کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا مانگو۔ اور آپ کی تعلیم کو قبول کرنے والے اپنے دُشمنوں سے پیار کرتے ہیں۔ مسیحی عورتیں نرسیں بن کر ان دُشمنوں کے زخموں کو دھوتی اور مرہم پٹی کرتی اور مُردہ لاشوں کو اپنے ہاتھوں سے دفناتی ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کہ خُداوند نے ان کی زندگیوں کو تبدیل کیا ہے۔

ہمارے غیر مسیحی دوست جب خُداوند کے پہاڑی وعظ کو پڑھتے یا سُنتے ہیں تو اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا ایک کمزور انسان کے لئے ایسی اعلےٰ اخلاقی تعلیم پر عمل کرنا ممکن ہے؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک انسان کے لئے اسے عملی جامہ پہنانا ازبس مشکل ہے۔ لیکن خُدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس پہاڑی وعظ کے زرّین اصُول بتائے ہیں۔ وہی اپنے ایمانداروں کو ان پر عمل کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خُداوند مسیح کے ساتھ زندہ اور شخصی تعلق پیدا کئے بغیر تو یہ اصُول انسانی فطرت کے لئے اپنانا مشکل ہے۔ لیکن جونہی ایک کمزور انسان اس فوق الفطرت شخصیت کے ساتھ شخصی تعلق پیدا کر لیتا ہے تو وہ فوق الفطرت باتیں اس کے لئے فطری بن جاتی ہیں اور ایک کمزور انسان ان پہ اسی طرح سے عمل کر سکتا ہے جس طرح اور فطری چیزوں پہ۔ ہمارے اس دعوے کی صداقت پر مسیحیت کی تواریخ گواہ ہے۔ آپ اُن مسیحیوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں جن کی زندگی اخلاقیات کے بلند ترین معیار پہ پُوری اُترتی ہے تو آپ دیکھینگے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کو مسیحی فلسفہ اور علم میں کمال

حاصل نہیں تھا۔ وہ دُنیا کے عام لوگ تھے۔ لیکن خُداوند مسیح کے ساتھ شخصی تعلق پیدا کرنے کے باعث وہ اپنی سیدھی سادی زندگیوں میں خُداوند کی حقیقی خوبصورتی کو دُنیا پر ظاہر کرنے کے قابل ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنی گوناگوں آزمائشوں میں۔ امتحانوں میں۔ ناقابلِ برداشت درد و کرب بلکہ موت کی تلخی تک کو صبر سے برداشت کر کے خُداوند کے اس دعوے کو سچا ثابت کر دیا کہ "تُم دُنیا میں غمگین تو ہو گے لیکن تُمہارا غم ہی خُوشی بن جائیگا۔ خاطر جمع رکھو۔ مَیں دُنیا پر غالب آیا ہُوں تُم بھی غالب آؤ گے"۔

چہارم۔ چوتھی امتیازی بات جو حضُور کی تعلیم میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ اصُول ہر قوم اور ہر زمانے کے لوگوں کے لئے دستورالعمل ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً :۔

(۱) انجیل جلیل کی تلاوت کے لئے کسی زبان کی قید نہیں۔ آج اس مقدس کتاب کا ترجمہ دنیا کی ایک ہزار زبانوں میں ہو چکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا کی کم از کم ایک ہزار اقوام اپنی اپنی مادری زبان میں اس کا مطالعہ کر سکتی ہیں۔ باوجود انتہائی مخالفت اور منافرت کے ایک زمانہ اس کا شیدائی ہے۔ دوست دشمن اس کے چاہنے والے ہیں اور اس چشمۂ حیات اور منبعِ فیض سے زندگی اور خوراک حاصل کر رہے ہیں۔

(۲) عبادت مسیحیت سے قبل عبادت کے متعلق شریعت کی سینکڑوں قیود مقرر تھیں۔ لیکن مسیحیت میں عبادت کیا ہے؟ وہ منعمِ حقیقی کی نعمتوں اور برکتوں کے لئے شُکر گذاری۔ اپنی کمزوری اور

بے بسی کا دلی اقرار اور توبہ۔ حضور کا ارشاد ہے کہ "خُدا رُوح ہے اور ضرور ہے کہ لوگ رُوح اور راستی کے ساتھ اس کی پرستش کریں"۔ یہودیوں کے خیال کے مطابق نہ اس پہاڑ پر نہ اُس پہاڑ پر بلکہ ہر جگہ، ہر مکان و زمان کی قید کے بغیر جہاں کہیں چاہو صفائی قلب کے ساتھ خُدا کے سامنے جُھک جاؤ۔

(۳) روزہ کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ تزکیۂ نفس اور رفاقتِ الٰہی کے لئے بہت اچھا ہے لیکن اختیاری شے ہے کوئی خاص مہینہ اور دن اس کے لئے مقرر نہیں۔ البتہ ایک شرط ضرور ہے کہ روزہ ریاکاری کی آمیزش سے پاک ہو۔

(۴) حرام و حلال کے متعلق یہ فرمایا کہ خُدا کی پیدا کردہ کوئی چیز بھی حرام یا ناپاک نہیں۔ اس لئے کوئی شخص کسی چیز کو چھونے یا کھانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ حقیقی پاکیزگی ظاہرا غسل و طہارت سے نہیں بلکہ صفائی قلب سے پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان کا دل پاک ہونا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ جس چیز کو تمہارا دل چاہے کھاؤ پیو۔ لیکن اپنے کھانے پینے سے کسی کا دل مت دُکھاؤ۔

(۵) زکوٰۃ کے متعلق یہ تعلیم دی کہ جو کچھ بھی انسان کے پاس ہے وہ خُدا کی بخشش اور انعام ہے۔ انسان کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ مختار ہے۔ اور وہ خُدا کی تمام نعمتوں کے جائز اور ناجائز استعمال کے متعلق جوابدہ ہے۔ دُنیا اور اس کی تمام نعمتیں خُدا کی ملکیت ہیں۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام اشیاء کو الٰہی انعام تصور کرے اور اس میں سے جس قدر وہ خوشی سے غریب غربا کی امداد کے لئے دے سکتا ہے دے خُدا خوشی سے دینے والے کو عزیز رکھتا ہے۔ تمام شُد

اللہ شوق دے تو کتابیں پڑھا کرو

نور الہدے۔ حصہ اول و دوم مصنفہ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے
خواجہ کمال الدین کی کتاب ینابیع المسیحیت کا مسکت جواب ہے۔
نومریدوں مثلاً شیعوں۔ مرزائیوں کو تحفتہً دیجئے۔ ضخامت ضد ۳
قیمت ہر دو حصے ۲ ۱ر

سلک مروارید۔ سلطان القلم حضرت اکبر مسیح صاحب مرحوم کے
درجن بھر مضامین کا مجموعہ معہ تصویر۔ مرزائیوں اور مسلمانوں
میں خاص طور پر تقسیم کرنے کے لائق ہے۔ قیمت ۱۰ ر

مسیح کی شان از روئے قرآن۔ مصنفہ خواجہ۔ قرآن ہی سے
منجی عالمین کی فوقیت ثابت کی ہے۔ خاص مسلمانوں میں
تبلیغ کرنے کے لئے ہے۔ قیمت ۳ ر

قرآن و ابن اللہ۔ مصنفہ حضرت اکبر مسیح صاحب مرحوم۔
مسلمانوں میں استعمال کیجئے۔ قیمت ۱ ر

مسیحی مذہب مجھے کیوں پیارا ہے؟ از پادری ایس۔ ایم
پال صاحب۔ عام تقسیم کے لئے۔ قیمت ۱ ر

عالمگیر مذہب۔ مصنفہ خواجہ۔ صرف مسیحی مذہب ہی اپنے میں
عالمگیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ صنہ قیمت ۳ ر

شکر کہانیاں۔ از پادری واعظ مرحوم۔ ۱۱ دلچسپ کہانیوں کا
مجموعہ۔ قیمت ۳ ر

ایک مُسلم کیوں مسیحی ہُوا - از پادری منظور حسین صاحب انصاری
بی۔ اے - قیمت ۶ پائی

ایک برہمن سنیاسی کیوں مسیحی ہُوا؟ از نرائن وامن تلک -
ڈاکٹر ٹیگور کے پایہ کا ایک مرہٹہ شاعر - قیمت ۶ پائی

ایک ہندو کیوں مسیحی ہُوا؟ از لال موہن پٹنائک ایم۔ اے
بی۔ ایل وکیل - ۶ پائی -

دُرِ حکمت - از سادھو سندر سنگھ صاحب مرحوم ۴ر

راجہ کا خواب - از اے۔ ایل۔ او۔ ای ۱ر ۹ پائی

مسیحیت واشتراکیت - از پادری برکت اللہ صاحب ایم اے
بہت ہی مفید ٹریکٹ ہے - صہ ۱۶ قیمت ار

معاشرت اور مسیحیت - از مسٹر مقیم الدین انصاری بی اے
صہ ۱۶ قیمت ار

راہِ زندگی - عام تقسیم کے لئے ایک ٹریکٹ - ۳ پائی

نیک سامری - ایک مسدس اور مثنوی از قلم پادری واعظ
مرحوم - نہایت خوبصورت - بچوں میں بانٹئے - صہ ۱۶ ار ۶ پائی

آمدِ ثانی - ایک دلچسپ ٹریکٹ از جناب مرسر صاحب - قیمت ار

فریادِ منتظر - آمدِ ثانی کے مضمون پر مولوی صفدر علی صاحب مرحوم
کی رُوح پرور نظم - سرورق اور کتابت رنگین صہ ۱۶ ار ۶ پائی

غریب الوطن شہزادہ مشہور مسیحی ادیب منشی پیارے لال شاکر میرٹھی
کا ایک نہایت شاندار مسدس - ضرور پڑھئے - صہ ۲۴ ار

ملنے کا پتہ: پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ انار کلی۔ لاہور